

سوال:

ایک دن میں کتنی نمازیں فرض ہیں اور کہاں پڑھنی چاہئیں؟

(اے۔ اے۔، مرکش)

ہم دعا کیسے کریں؟

از
اسکندر جدید



	ترتیب	
صفحہ	عنوان	باب
3	ڈعا کیا ہے؟	1
5	ڈعا کیسے کی جائے؟	2
9	پہلے عبادت کیسے کی جاتی تھی؟	3
11	ڈعا کا طریقہ کیا ہو؟	4
13	عبادت و ڈعا کس جگہ کی جائے؟	5
15	کیا ڈعا کے مستجاب و مقبول ہونے کی شرطیں بھی ہیں؟	6
18	مستجاب و مقبول ڈعا کا راز	7
21	ڈعا میں کون ہماری رہبری کرتا ہے؟	8
22	کس کے نام کا واسطہ دے کر ڈعا پیش کی جائے؟	9
24	ہمارا شفیع کون ہے؟	10
26	مقبول ڈعا کی شرطیں کیا ہیں؟	11
28	روزانہ کتنی ڈعائیں فرض ہیں؟	12
30	سوالات	13

ہم ڈعا کیسے کریں؟

اسکندر جدید

Order Number: **SPB4665URD**

German title: **Wie beten wir?**

English title: **How do we pray?**

<http://www.call-of-hope.com>

e-mail: info@call-of-hope.com

Attention: Please send your quizzes via e-mail, in Urdu or in English on:
quiz-urd@call-of-hope.com

Call of Hope - Post Box 100827

D-70007-Stuttgart - Germany

1 - دُعا کیا ہے؟

ایک عظیم مفکر کا قول ہے کہ "دُعا و حُنفَسْ كَا عَلِيٌّ تَرِين اور واضح طبعی ظہور ہے اور جب تک خدا تعالیٰ کی مرضی ہو گی یوں ہی رہے گا۔" دُعا کی طبیعت اور مزاج کا ظہور ہمیشہ ہی انسان میں طرح طرح سے بکثرت ظاہر ہوتا رہے خواہ ان کی زبان، مذہب اور طبقے کچھ ہی رہے ہوں۔ اس لئے دُعا و عبادت کی کوئی بھی شکل کیوں نہ ہو، ہر زمانے اور مقام کے انسان حتیٰ کہ قدیم ترین انسان میں بھی اس کا ظہور نظر آتا ہے۔

کبھی کبھی جب دُعا کا جواب نہیں ملتا اور کوئی نتیجہ نکالتا ہوا نظر نہیں آتا تو کچھ لوگ مایوسی کا شکار ہو جاتے ہیں، اس کے باوجود وہ دُعا کرنے والکل نہیں چھوڑتے کیونکہ انسان کی سرشت و خیر میں دُعا کرنے کی طرف رغبت و میلان جڑ پکڑے ہوئے ہے۔

اس حقیقت کے زیر اثر ایک انگریز فقاد و ادیب سموئیل جانسن نے کہا تھا کہ "دُعا ایک ایسی چیز ہے جس کے ثبوت کے لئے کسی خارجی دلیل کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس کی دلیلیں بذاتِ خود اس میں مل جاتی ہیں۔ یہ انسان کی فطرت و عمل میں ہے جیسے کھانا بینا اور سانس لینا اور وہ اس کی مشق اپنے وجود کے ایک حصے کے طور پر کرتا ہے۔"

ڈنیا کی قدیم تاریخ گواہ ہے کہ یونان جو فلسفہ و تمدن کا گھوارہ تھا دُعا کے رویے سے بھرا ہوا تھا۔ مشہور فلسفی زینو فینسیس (زوفان) اپنے سفر کا ہر دن دُعا سے شروع کرتا تھا۔ مشہور مقرر پر یکلیں اپنی تقریر دُعا کر کے شروع کیا کرتا تھا۔ شاعر ہومر نے اپنی شہرہ آفاق نظم ایلیڈ کو دُعا سے شروع کیا ہے۔ افلاطون نے کہا ہے کہ "ہر عقلمند آدمی اپنی زندگی کا ہر کام کرنے سے پہلے خدا سے مدد طلب کرتا ہے۔"

دُعا کوئی اکتسابی چیز نہیں ہے جو کوشش کر کے انسان میں پیدا ہوتی ہو وہ تو انسان کے خیر میں

ہے۔ اور اس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ گواں نے علوم و فنون اور تمدن میں بہت ہی ترقی کر لی ہے مگر خود کو اس نے کبھی دعا کرنے سے بالا نہیں سمجھا۔ بلکہ اس نے یہ بات تجربہ سے سمجھی ہے کہ فکر و تمدن کی ترقی کے باوجود دُعا ہمیشہ ہی مفید و ضروری ہے۔

بختا ہے۔ اس میں ایمان کا بھی بھی پایا جاتا ہے۔

ب۔ خدا کی بابت تین التجاہیں:

☆ تیر انام پاک مانا جائے۔

☆ تیری بادشاہی آئے۔

☆ تیری مرضی پوری ہو۔

پہلی التجاہ کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے دل، اپنے خیالات اور اپنی زبانوں کے ساتھ بآپ (خدا تعالیٰ) کے نام کی تعظیم کریں اور اُسے مقدس جانیں۔

دوسری درخواست پہلی التجاہ کا نظری نتیجہ ہے۔ جب خدا تعالیٰ کے نام کو دل و خیالات میں اور الفاظ سے مقدس جانا جاتا ہے تو اس کے اعتیار کے خوب سچلنے کا موقع ہوتا ہے۔

تیسرا التجاہ کا مطلب انسان کا خدا کے حضور مکمل طور پر سرتسلیم واطاعت خم کر دینا ہے۔ خدا مقصود پر کیے پنجیں بلکہ مثال سے انہیں دکھایا بھی کہ ایسا کیسے کرنا ہے۔

تعالیٰ کی مرضی آسمان پر پوری ہوتی ہے اور مسیح نے ہمیں دعا کرنا سکھایا ہے کہ جیسے خدا کی مرضی آسمان پر پوری ہوتی ہے ویسے پرستش کی روح اور مکمل فرمانبرداری میں زمین پر بھی پوری ہو کیونکہ مشیتِ الٰہی کو جاری کرنا آسمان کا جلاں و شادمانی ہے۔ جب یہ مرضی ہم میں پوری ہونے لگتی ہے تو خداوند تعالیٰ کی بادشاہی دلوں میں قائم ہو جاتی ہے۔

ج۔ انسان کی بابت تین التجاہیں:

اس میں سے پہلی التجاہ کا تعلق جسمانی ضروریات سے ہے: "ہماری روز کی روٹی آج ہمیں دے۔" اس کا مقصد یہ ہے کہ بدن کو وہ چیز ملے جو زندگی کے لئے ضروری ہے تاکہ انسان کے لئے یہ ممکن بنے کہ وہ اپنے رو حانی فرانک اپن کو ادا کر سکے۔

دوسری التجاہ معنی سے متعلق ہے: "ہمارے قرض ہمیں معاف کر۔" جیسے خوراک بدن کی پہلی ضرورت ہے اُسی طرح دل کے لئے پہلی ضرورت معافی ہے۔ اگرچہ یہ حق ہے کہ ہم خدا کے

2۔ دُعا کیسے کی جائے؟

لوقا نجیل نویس نے ہمیں خبر دی ہے کہ ایک بار جناب مسیح تخلیہ میں دعا کر رہے تھے اور جب فارغ ہوئے تو ان کے شاگردوں میں سے ایک نے کہا کہ اے خداوند ہمیں بھی دُعا کرنا سکھا (انجیل بہ طابق لوقا 11:1)۔ غالباً شاگردوں نے اس بات کا دروازہ کر لیا تھا کہ مسیح کی عجیب و پر جلال زندگی اور دُعا میں ایک گھر اور اٹوٹ رشتہ تھا، اسی لئے وہ آپ کے پاس ایسی دخواست لے کر آئے کہ وہ انہیں دُعا کرنا سکھائے۔ وہ اپنے آقا کے پاس جانے کے سوا کوئی اور بہتر کام نہیں کر سکتے تھے۔ یسوع مسیح ایک تجربہ کا اور کامیاب معلم تھے اور قابل انتادہ ہی مانا جاتا ہے جو اپنے تجربہ کی روشنی میں تعلیم دیتا ہے۔ انہوں نے شاگردوں کو فقط یہ بتانے پر اکتفا نہیں کیا کہ وہ اپنی منزل مقصود پر کیے پنجیں بلکہ مثال سے انہیں دکھایا بھی کہ ایسا کیسے کرنا ہے۔

سو اس طریقے سے جو تجربے سے بھر پور تھا انہوں نے دُعا کا ایک زندہ و پاک نہ نمونہ عطا فرمایا جس میں خدا کے فضل کے تخت کے سامنے اپنے اپنے کے لئے مناسب مفترض جملے پائے جاتے ہیں۔ یہ نمونہ جو الفاظ کے لحاظ سے نہایت سادہ لیکن معنی کے لحاظ سے بڑا گہرے ہے "دُعاۓ ربیٰ" کہلاتا ہے کیونکہ یہ دُعا خداوند مسیح نے سکھائی۔ یہ دُعا چند حصوں پر مشتمل ہے، آئیے دیکھیں:

الف۔ تعارف یا پیش لفظ: (اے ہمارے باپ تو جو آسمان پر ہے۔)

دُعا کے اس حصے میں ایک پاکار ہے جو ہمیں اُس حیران کن رشتہ میں لاکھڑا کرتی ہے جسے سیدنا مسیح ہمارے اور باپ کے درمیان قائم کرنے کے لئے تشریف لائے۔ اس میں فدیہ و مخلصی کا راز پہنچا ہے اور وہ یہ ہے کہ جناب مسیح ہمیں لعنت سے چھکا رکاب جستے ہیں تاکہ ہم خدا تعالیٰ کے فرزند بن سکیں۔ تخلیق نو کارا ز بھی اسی میں پوشیدہ ہے کہ روح القدس نئی پیدائش کے ویلے ہمیں نئی زندگی

نہیں کیا ہوتا کیونکہ گناہ انسان سے خدا کے چہرے کو مستور کر دیتا ہے۔ زبور نو میں لکھتا ہے: "اگر میں بدی کو اپنے دل میں رکھتا تو خداوند میری نہ سُنتا" (زبور 18:66)۔

ذُعاؤں وقت بھی قبول نہیں ہوتی جب ذُعاماً نگئے والا غلط چیزیں مانگتا ہے، جیسے مقدس یعقوب نے فرمایا: "تم مانگتے ہو اور پاتے نہیں اس لئے کہ بری نیت سے مانگتے ہو" (یعقوب 4:3)۔ ذُعا کبھی اس لئے بھی نامقبول ہوتی ہے کیونکہ وہ خدا کے لئے محبت اور رغبت و شوق سے نہیں بلکہ محض مذہبی فریضہ کے اداکی جاتی ہے۔

فرزند ہیں لیکن ہم خطاکار بھی تو ہیں اور ہماری باپ تک رسائی مسیح کے خون پر منحصر ہے جس کے وسیلہ ہمیں معافی نصیب ہوتی ہے۔

تیری انجاب ہے "ہمیں آزمائش میں نہ لا بلکہ برائی سے بچا۔" یہ انجانہ اور اُس کی فریب کاریوں سے متعلق ہے جو ہمیں آزمائش کی طرف لے جاتی ہیں۔ اس درخواست میں ایک خاص ذمہ داری بھی پہنچا ہے کیونکہ جوان الفاظ کو ادا کرتا ہے لازم ہے کہ وہ آزمائش سے بھاگے۔

د۔ نتیجہ:

اس میں تمام ذُعاء کا سبب پایا جاتا ہے۔ یہ ذُعاء ہم خدا کے حضور اس لئے کرتے ہیں کیونکہ اُس کی بادشاہی راست ہے، وہ تمام عالم پر مکمل اختیار رکھتا ہے اور اُس کے پاس ان درخواستوں کا جواب دینے کی قوت و قدرت ہے۔ جلال اُسی کا ہے اور ہم یہ چیزیں اُسی کے جمال و بزرگی کے لئے مانگتے ہیں۔

ذُعاء کے لئے اس نمونے کو پیش کرنے کے بعد جناب مسیح نے لوگوں کو شوق دلایا کہ وہ خدا کے حضور اپنی انجامیں لے کر آئیں۔ آپ نے فرمایا:

"ما نگن تو تم کو دیا جائے گا۔ ڈھونڈو تو پاڑو گے۔ دروازہ کھل کھلا تو تمہارے واسطے کھولا جائے گا"

(متی 7:7)۔

یقین کامل کے ساتھ آپ نے اس بات کی ترغیب دی کہ جو مانگتا ہے اُسے ملے گا اور جو تلاش کرتا ہے وہ پائے گا۔ گویا کہ آپ نے ہمارے ہنروں پر اس حقیقت کے اثر کو چھوڑنا چاہا کہ ذُعاء کا ایک لا تبدیل قانون ہے یعنی یہ کہ جو بھی مانگتا ہے اُسے ملے گا۔

لیکن اگر کوئی مانگتا ہے اور پاتا نہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اُس کی ذُعاءوں کے قبول ہونے میں کوئی نہ کوئی رکاوٹ ضرور ہے۔ کبھی یہ رکاوٹ اس وجہ سے پیدا ہوتی ہے کہ ذُعاماً نگئے والا شک کی کیفیت میں ہوتا ہے کیونکہ جو شک کرتا ہے ممکن نہیں کہ وہ خدا کے حضور سے کچھ حاصل کر سکے۔ کبھی اس کی وجہ کوئی گناہ ہوتا ہے جس کا ذُعاماً نگئے والے نے خدا کے حضور اعتراف و اقرار

3- پہلے عبادت کیسے کی جاتی تھی؟

سامری قوم کی ایک عورت سے گفتگو کرتے ہوئے سیدنا مسیح نے فرمایا کہ آسمانی باپ اپنے پرستاروں کو ڈھونڈتا ہے، اور جب ہم روح اور سچائی سے اُس کی پرستش کرتے ہیں تو وہ خوش ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا: "مگر وہ وقت آتا ہے بلکہ اب ہی ہے کہ سچے پرستار باپ کی پرستش روح اور سچائی سے کریں گے کیونکہ باپ اپنے لئے ایسے ہی پرستار ڈھونڈتا ہے۔ خداروح ہے اور ضرور ہے کہ اُس کے پرستار روح اور سچائی سے پرستش کریں" (نجیل بہ طلاق یوحنا 4:23-24)۔ مسیح کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ خدا اور جو اُس کی عبادت کرتے ہیں ان کے درمیان مکمل ہم آہنگی ہونی چاہئے۔ جس طرح ہدن میں آنکھِ اس لئے ہوتی ہے کہ روشنی کا احساس کرے، کانِ اس لئے ہوتے ہیں کہ آوازِ شین، سو عبادت گزار جو روحانی پرستش میں خوش ہونا چاہتا ہے لازم ہے کہ باطنی طور پر روح القدس کو حاصل کرنے کے لئے تیار ہو۔ تب روح اُس میں شفاعت کرتا ہے اور عابد کی عبادت روح اور سچائی سے ہوتی ہے۔

غالباً جناب مسیح ہمیں یہ سکھانا چاہتے تھے کہ عہدِ جدید کے عبادت گزاروں کے لئے تقاضے اُن تقاضوں سے قطعی مختف ہیں جو عہدِ حقیقت میں یہودیوں کے لئے تھے۔ یہودیوں کے نزدیک عبادت کا انحصار شریعت کے الفاظ پر تھا، سامریوں کی عبادت بہت کچھ اور ہام پرستی کی نظر ہو چکی تھی۔ تاہم مسیحی عبادت روح سے (یہودی عبادت کے بر عکس) اور سچائی سے (سامری عبادت کے بر عکس) عبادت کرنے کا نام ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ جناب مسیح کا سکھایا ہوا طریقہ عبادت معقول ہے جس میں اُن روایتی رسومات کی قید نہیں ہے جو عہدِ حقیقت کی عبادت کے ساتھ تھیں۔ بالفاظِ دیگر سچے مسیحی، خدا کی عبادت موسوی شریعت کی رسومات کے مطابق نہیں بلکہ روحانی ضابطہ عمل کے مطابق کرتے ہیں

جس میں جسمانی وضع اور نقل و حرکت کی کم اہمیت ہے۔ یہ اللہ قادر اور سرگرمی سے بھرپور ہوتی ہے۔

"باپ اپنے لئے ایسے ہی پرستار ڈھونڈتا ہے۔" اس آیت سے زیادہ اور کون سی بات عبادت کے لئے حوصلہ کن ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اگر روح خدا کی طالب ہو جس نے اُسے بھیجا، تو خدا جس نے روح کو بھیجا پرستش میں اُس سے ملنے کا طالب ہوتا ہے۔

4- دُعا کا طریقہ کیا ہو؟

دُعا کا ایک اعلیٰ نمونہ پیش کرنے کے بعد مسیح نے ایک اور سبق دیا جس میں آپ نے یہ سکھایا کہ دُعائیں خدا کے لئے حقیقی پیاس اور اشتیاق کو لازمی ہونا چاہئے۔ اس کی وضاحت میں آپ نے ایک تمثیل کیا جو "ڈھیٹ ویجیاد وست" کی تمثیل کے نام سے مشہور ہے۔ آپ نے فرمایا: "تم میں سے کون ہے جبکا ایک دوست ہو اور وہ آدمی رات کو اسکے پاس جا کر اس سے کہاۓ دوست مجھے تین روٹیاں دے۔ کیونکہ میرا ایک دوست سفر کر کے میرے پاس آیا ہے اور میرے پاس کچھ نہیں کہ اُسکے آگے رکھو۔ اور وہ اندر سے جواب میں کہے مجھے تکیف نہ دے۔ اب دروازہ بند ہے اور میرے لڑکے میرے پاس پچھونے پر میں۔ میں انٹھ کر تجھے دے نہیں سکتا۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ اگرچہ وہ اس سبب سے کہ اُسکا دوست ہے اُنھی کو اسے نہ دے تو بھی اُسکی بیجیانی کے سبب سے انٹھ کر جتنی در کاریں اُسے دیگا۔" (نجیل بہ طابق لوقا 11: 5-8)

ایک دوسری تمثیل میں جناب مسیح نے یہ سکھایا کہ آدمی کو بغیر ہمت ہارے ہر وقت دُعا کرتے رہنا چاہئے۔ آپ نے فرمایا:

"کسی شہر میں ایک قاضی تھا۔ نہ وہ خدا سے ڈرتانہ آدمی کی کچھ پروار کرتا تھا۔ اور اُسی شہر میں ایک بیوہ تھی جو اسکے پاس آکر یہ کہا کرتی تھی کہ میرا انصاف کر کے مجھے بندی سے بچا۔ اُس نے کچھ عرصہ تک تو نہ چاہا لیکن آخر اس نے اپنے جی میں کہا کہ گوئیں نہ خدا سے ڈرتا اور نہ آدمیوں کی کچھ پروار کرتا ہوں۔ تو بھی اسلئے کہ یہ بیوہ مجھے ستائی ہے میں اسکا انصاف کروں گا۔ ایسا نہ ہو کہ یہ بار بار آکر آخر کو میرا ناک میں دم کرے۔ خداونے کہا سنو! یہ بے انصاف قاضی کیا کہتا ہے۔ پس کیا خدا اپنے بر گزیدوں کا انصاف نہ کریگا جو رات دن اُس سے فریاد کرتے ہیں؟ اور کیا وہ اُنکے بارے میں دیر کریگا؟ میں تم سے کہتا ہوں کہ وہ جلد اُنکا انصاف کریگا۔" (نجیل بہ طابق لوقا 18: 2-8)

إن دونوں تمثيلوں سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ دُعائیں محض لفظوں کی تکرار اور بے حد اصرار کے درمیان ایک بڑا فرق ہے۔ یسعیاہ بنی کے صحیفہ میں لکھا ہے:
"اے خداوند کاظم کرنے والو خاموش ہو۔ اور جب تک وہ یہ دشیم کو قائم کر کے روی زمین پر محمود نہ بنائے اُسے آرام نہ لینے دو۔" (یسعیاہ 62: 7، 6)

إن دونوں تمثيلوں میں مسیح نے دُعائیں باعزم رہنے اور ہمت نہ ہاندنے کی عادت کو بہت سراپا ہے، گویا کہ وہ اس حقیقت کو ذہنوں میں خوب بخادیا چاہتے تھے کہ "جو مانگتا ہے اُسے ملتا ہے اور جو ڈھونڈتا ہے وہ پاتتا ہے اور جو کھٹکھٹاتا ہے اُس کے واسطے کھولا جائے گا" (متی 7: 8)۔
ڈھیٹ قسم کے دوست کی تمثیل سے ہم ایمان کے اس اہم سبق کو بھی سمجھتے ہیں جو محبت کی راہ سے اثر کرتا ہے۔ وہ شخص آدمی رات کو کسی دوسرے کے لئے روٹیاں مانگنے لگا۔ کسی دوسرے شخص کے لئے درخواست وزاری کرنا بڑی تعریف کا کام ہے کیونکہ یہ ہم میں ایمان کی قوت کو متحکم کرتا ہے اور ہمیں موثر دعا کے لئے ترغیب دیتا ہے۔ دوسروں کے لئے شفاعتی دعا بہترین قسم کی دُعا ہے کیونکہ یہ زندہ مسیح کے نام میں التجا کرنا ہے جو عرشِ الٰہ پر اپنا شفاعتی کام انجام دیتے ہیں۔

بے حد اصرار کرنے والی بیوہ کی تمثیل میں مسیح نے ہمیں سکھایا ہے کہ دُعائیں استقلال وہ چیز ہے جس کا خدا ہم سے مطالبہ کرتا ہے اور خدا اپنوں کی درخواستوں کو نظر انداز نہیں کرتا۔ اگر بیوہ کا بے حد اصرار قاضی کے نال مٹول پر غالب آ سکتا ہے تو خدا آسمانی باپ کے حضور جس کی رحمت عظیم ہے اُس کے بر گزیدوں کی دُعائیں کس قدر زیادہ با اثر اور مستحب ہو سکتی ہیں۔

ہم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے مقاصد پورا ہونے میں خواہ دیر لگے اُس کا وقت ہو اکرتا ہے اور اُسی کی حکمت کے مطابق سب کچھ ہوتا ہے۔ ممکن ہے دُعا کے مقبول ہونے میں دیر لگتی نظر آئے لیکن ہمیں اپنی توقعات برقرار رکھنی ہیں، خدا کی طرف اپنی آس لگائے رکھنا ہے کیونکہ اُس کی یہی خواہش ہے۔

5۔ عبادت و دعا کس جگہ کی جائے؟

انجیل مقدس ہمیں سکھاتی ہے کہ جناب مسیح کی آمد نے عبادت کو روا تی طور طریقوں سے آزاد کر دیا جنہوں نے اُسے خاص مقامات تک محدود کیا ہوا تھا جہاں مقررہ وقت کے لئے لوگوں کا آنا ضروری تھا۔ آپ نے سامری عورت سے فرمایا: "اے عورت میری بات کا یقین کر کے وہ وقت آتا ہے کہ تم نے تو اس پہاڑ پر باپ کی پرستش کرو گے اور نہ یہ شیم میں" (انجیل بہ طلاق یو ہنا: 21)۔ آپ نے اُس عورت سے، جس نے یہ دریافت کیا کہ کس جگہ دعا و عبادت کرنی چاہئے، فرمایا کہ نہ تو اس پہاڑ (کوہ نابس) پر نہ ہی کوہ یروشلم پر ہو گی۔ آپ نے اُسے یہ بات سمجھانے کی کوشش کی کہ خدا تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے اس لئے جہاں کہیں ہم ہیں، اُس کی پرستش کر سکتے ہیں۔

مسیح نے اکیلے میں شخصی دعا کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "بلکہ جب تو دعا کرے تو اپنی کوٹھری میں جا اور دروازہ بند کر کے اپنے باپ سے جو پو شیدگی میں ہے دعا کر۔ اس صورت میں تیرا باپ جو پو شیدگی میں دیکھتا ہے تجھے بدله دے گا۔" (انجیل بہ طلاق متی: 6)

اس تھائی سے مقصود ہے کہ دعا کرنے والے کے لئے ایک پر سکون جگہ ہو جہاں وہ آسمانی باپ کے ساتھ اکیلا ہو۔ یقیناً جب ہم جناب مسیح کے پہاڑی و عظی کی روشنی میں دعا کے موضوع پر غور کرتے ہیں تو یہ دیکھتے ہیں کہ آپ نے دعا کی کوٹھری کی تصویر کشی کی ہے کہ وہ گویا خدا آسمانی باپ کے نور سے معور ہے۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ آپ نے اس مقام پر لفظ "باپ" تین بار استعمال کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "اپنے باپ سے... دعا کر" ، "تیرا باپ... تجھے بدله دیکا" ، "تمہارا باپ تمہارے مالکے سے پہلے ہی جانتا ہے کہ تم کن کن چیزوں کے محتاج ہو۔"

یہ تھا مقام وہ جگہ ہوتی ہے جہاں ایماندار اپنے آسمانی باپ سے ملاقات کا لطف اٹھاتا ہے۔ جو

نور وہاں چمکتا ہے حیات بخش نور ہے۔ روح القدس سے وہ جگہ معمور ہوتی ہے جو خدا کی محبت کو لوگوں کے دلوں میں اُنڈیلتا ہے۔ سیدنا مسیح نے سکھایا کہ "اپنی کوٹھری میں جا اور دروازہ بند کر کے... دعا کر"۔ اس مقام پر مسیح اس بات کے خواہشمند ہیں کہ دعا کرنے والا پو شیدگی کا پورا پورا لحاظ رکھتے تاکہ ان ریاکاروں کی طرح بن کر نہ رہ جائے جو عبادت خانوں میں اور بازاروں کے موڑوں پر کھڑے ہو کر دعا کرنا پسند کرتے ہیں تاکہ لوگ اُنہیں دیکھیں (متی: 5)۔ لوگوں نے خدا کی نسبت آدمیوں کی تعریف کی زیادہ خواہش کی لیکن الٰہ معلم کا ارشاد یہ ہے کہ "دروازہ بند کر۔" بند اس لئے کر لے تاکہ دنیا سے کٹ جائے اور باپ کے ساتھ تھوڑی سی تھائی پالے جو اس بات کے شوق و انتظار میں رہتا ہے۔

ایک فلسفی نے کہا "جب تم دروازہ بند کر کے اپنی کوٹھری کی تھائی میں ہوتے ہو تو خود سے یہ نہ کہو کہ میں تھا ہوں بلکہ یاد رکھو کہ خدا وہاں موجود ہے۔"

سیدنا مسیح کی تعلیم کہ "اپنی کوٹھری میں جا اور دروازہ بند کر" سے ہر گز یہ مراد نہیں کہ خدا کے ساتھ تھائی سوار دروازہ بند کئے ممکن نہیں۔ اس سے تو صرف یہ مراد ہے کہ جو دعا کرتا ہے اُسے عبادت کے لئے کسی اکیلے اور خاموش مقام کی ضرورت ہے۔ ممکن ہے یہ ایک کھیت ہو جیسے جناب یعقوب نے کیا، ممکن ہے انہیں کے درخت کے پیچے ہو جیسے مسیح کے شاگرد نتن ایل نے کیا، ممکن ہے چھت پر ہو جیسے پترس نے کیا یا پھر جیسے پہاڑ پر مسیح نے اکثر کیا۔

معلم دعا جناب مسیح نے فرمایا: "اپنے باپ سے جو پو شیدگی میں ہے دعا کر۔" آپ چاہتے ہیں کہ ہم یہ حقیقت جان جائیں کہ خدا جسمانی آنکھ سے نہیں بلکہ ایمان کی آنکھ سے دیکھا جاتا ہے۔ اُس کا نور تو ہر اُس عابد و پرستار کے دل میں چمکتا ہے جو خود کو دنیا سے الگ کر لیتا ہے اور مسیح کے روح کی راہنمائی کے سامنے سر ٹگوں ہو جاتا ہے جو اُس فرد کو خدا کی حضوری میں لے آتا ہے۔

در اصل یہ بند دروازہ، پو شیدگ مقام، تھائی و خلوت یہ ساری کی ساری اس بات کی تعبیر ہیں کہ خود کو الگ کر لیا جائے ایک یکسوئی کی جگہ پر پاک مقام پر جہاں خدا کے کامل ہونے کا اور اُس کی پورانہ محبت کا گھر اُسی سے دھیان اور مراقبہ کیا جاسکے۔

وہی بہت پھل لاتا ہے کیونکہ مجھ سے جدا ہو کر تم کچھ نہیں کر سکتے" (انجیل برطابق یوحنا 15: 5-1)

مسیح جو انگور کا حقیقی درخت ہے سچے ایماندار اُس کی شاخیں ہیں اور ان کے لئے یہ ممکن ہے کہ ان کی دعائیں قبول کر لی جائیں۔ ایماندار سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ مسیح میں قائم رہے اور آپ کے حکموں پر چلتا رہے اور زندگی اور دل میں ان کی پوری پوری اطاعت کرے۔ تب وہ استیازی کی حالت میں ڈعا کر سکتا ہے اور خداوند اُس کی التجاذب پر کان دھرے گا۔

پچھے ہیران ہوتے ہیں کہ کیوں وہ اس باہر کت زندگی کو پانے سے محروم ہیں جس میں شاخ کی زندگی درخت میں پیوست رہنے سے ہے۔ انہیں انگور کے درخت کی تمثیل میں آئے ہوئے اہم الفاظ پر غور کرنا چاہئے جہاں سیدنا مسیح نے فرمایا: "انگور کا حقیقی درخت میں ہوں اور میرا باپ با غبان ہے۔۔۔ تم ڈالیاں ہو۔" اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے پاس الوہیت کی ساری معموری کے ساتھ جلا لی بیٹا ہے اور باپ ہے جو ہم شاخوں پر نگاہ رکھتا ہے اور ہر ایک شاخ کی نشوونما کو ملاحظہ کرتا ہے۔ اگر ہم انگور کے ساتھ مسلسل پیوست رہنے کو نظر انداز کریں تو خدا میں ہماری ترقی میں رکاوٹ آنے لگتی ہے جس کے باعث شر آوری کم ہو جاتی ہے اور وہ با غبان قینچی لے کر اُسے چھانٹ دیتا ہے۔

کتاب مقدس ہمارے سامنے حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت ایلیاہ (الیاس) کی زندگیوں میں ڈعا کی قوت کی مثالیں رکھتی ہے اور ان کی پھلدار زندگیوں کا تذکرہ کرتی ہے۔ ان کی زندگیوں پر غور کرنے سے ہمیں آگاہی ملتی ہے کہ انہیں یہ استحقاق اور برکتیں تبھی عطا ہوئیں جب خداوند کے صاباطوں اور تادبیوں کو انہوں نے خوشی سے اپنا کر اُس کے حکموں کی تعقیل کی اور خود کو اس دنیا سے جس پر شیطان کی عملداری ہے الگ کر رکھا تھا۔

اس نے اے میرے عزیز! اگر آپکو مردِ عالم بنے کا شوق ہے تو اپنے آپ کو الٰی با غبان کے ہاتھوں میں سونپ دیں جب وہ آپکی زندگی میں کانت چھانٹ کرنے والی قینچی استعمال کرتا ہے۔ کسی چیز

6- کیا دعا کے مستجاب و مقبول ہونے کی شرطیں بھی ہیں؟

سیدنا مسیح نے فرمایا: "اگر تم مجھ میں قائم رہو اور میری باتیں تم میں قائم رہیں تو جو چاہو مانگو۔ وہ تمہارے لئے ہو جائے گا۔" (انجیل برطابق یوحنا 15: 7)

جناب مسیح کے شاگرد یوحنہ رسول نے فرمایا: "اے عزیزو! جب ہمارا دل ہمیں الزام نہیں دیتا تو ہمیں خدا کے سامنے دلیری ہو جاتی ہے۔ اور جو کچھ ہم مالگتے ہیں وہ ہمیں اُسکی طرف سے ملتا ہے کیونکہ ہم اُسکے حکموں پر عمل کرتے ہیں اور جو کچھ وہ پسند کرتا ہے اسے بجالاتے ہیں۔ اور اُسکا حکم یہ ہے کہ ہم اُسکے میئے یہو ع مسیح کے نام پر ایمان لا سکیں اور جیسا اُس نے ہمیں حکم دیا اُسکے موافق آپس میں محبت رکھیں۔" (1- یوحنا 3: 21-23)

در میانی و ثالث کی خدمت دنیا میں جو سر انجام دیتا ہے، اُس کا اختیار واشر اس پر منحصر و موقوف ہوتا ہے کہ اُس کی اپنی شخصیت کیا ہے اور جس کی طرف سے وہ ثالث بنتا ہے اُس کے ساتھ اُس کے رشتہ کی نوعیت کیا ہے۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ بھی بھی بات ہے جہاں ہماری دعا کے جواب و قبولیت کا انعام مسیح کی شخصیت پر ہے جو واحد در میانی ہے اور ہمارا در میانی بننے کے لئے اُس کی شرطیہ ہے کہ "اگر تم مجھ میں قائم رہو اور میری باتیں تم میں قائم رہیں۔"

سیدنا مسیح نے اس قائم رہنے کی وضاحت انگور کی تمثیل میں کی۔ آپ نے فرمایا: "انگور کا حقیقی درخت میں ہوں اور میرا باپ با غبان ہے۔ جو ڈالی مجھ میں ہے اور پھل نہیں لاتی اُسے وہ کاث ڈالتا ہے اور جو پھل لاتی ہے اسے چھانٹتا ہے تاکہ زیادہ پھل لائے۔ اب تم اُس کلام کے سبب سے جو میں نے تم سے کیا پاک ہو۔ تم مجھ میں قائم رہو اور میں تم میں۔ جس طرح ڈالی اگر انگور کے درخت میں قائم رہے تو اپنے آپ سے پھل نہیں لاسکتی۔ اُسی طرح تم مجھ میں قائم نہ رہو تو پھل نہیں لاسکتے۔ میں انگور کا درخت ہوں تم ڈالیاں ہو۔ جو مجھ میں قائم رہتا ہے اور میں اُس

7- مستجاب و مقبول دعا کار از

سیدنا مسیح نے اپنے شاگردوں سے فرمایا: "خدا پر ایمان رکھو۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو کوئی اس پہلاں سے کہے کہ تو انہیں جاپڑا اور سمندر میں جاپڑا اور اپنے دل میں شکنہ کرے بلکہ یقین کرے کہ جو کہتا ہے وہ ہو جائیگا تو اُسکے لئے وہی ہو گا۔ اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ جو کچھ تم دعا میں مانگتے ہوں یقین کرو کہ تم کو مل گیا اور وہ تم کو مل جائیگا" (انجیل بہ طابق مرقس 11: 22-24)۔ یہ حیرت الگیز الفاظ ہمیں یقین دہانی کرتے ہیں کہ موثر و مقبول دعا کار از ایمان ہے جو خدا کے دل پر اثر کرتا ہے۔ خداوند نے دو بنیادی عناء صریح کئے ہیں جو دعا کے لئے ضروری ہیں:

الف۔ دل کی خواہش و تمنا:

یہ میاہ نبی نے خدا کا یہ پیغام دیا: "اور تم مجھے ڈھونڈو گے اور پاؤ گے۔ جب پورے دل سے میرے طالب ہو گے" (یہ میاہ 29: 12)۔ دل کی خواہش دعا کی روح ہے اور اگر خواہش کمزور ہے تو دعا بھی کمزور ہی رہے گی۔ ایمان رکھنے والے میں روحاںی برکتوں کے حصوں کی سچی خواہش ہوئی چاہئے لیکن اکثر ہوتا یہ ہے کہ دنیوی خواہشات اول مقام لے لیتی ہیں۔ ایسے شخص کی دعائیں رسائی نہیں رہتی کیونکہ وہ خداوند کے حکموں میں قائم نہیں ہے جو یہ ہے کہ "بلکہ تم پہلے اُسکی بادشاہی اور اُسکی راستبازی کی تلاش کرو تو یہ سب چیزیں بھی تکمیل جائیں گی" (انجیل بہ طابق متی 33: 6)۔

ب۔ ایمان:

"جو کچھ تم دعا میں مانگتے ہو یقین کرو کہ تم کو مل گیا۔" ایمان سے ہم خدا کو جانتے ہیں، ایمان

سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ قیچی خدا کا کلام ہے۔ جناب مسیح کا قول ہے: "اب تم اُس کلام کے سبب سے جو میں نے تم سے کیا پاک ہو۔" اور آپ نے یہ شفاعة تیار کی کہ: "آنہیں سچائی کے وسیلہ سے مقدس کر۔ تیرا کلام سچائی ہے" (انجیل بہ طابق یوحنا 17: 17)۔

کہ میں اُنکے پکارنے سے پہلے جواب دوں گا اور وہ ہنوز کہہ نہ پچھیں گے کہ میں سُن لونگا" (یسوع ۶۵: 24)۔ جیسا خدا نے فرمایا ہے وہ ویسا ہی کرتا ہے۔

ہی سے ہم خداوند یسوع کو قبول کرتے ہیں، اور ایمان ہی سے ہم فتحِ مدنی زندگی گزارتے ہیں۔ اسی طرح ایمان سے ڈعا سے بھر پور زندگی، طاقت اور توفیق ڈعا ملتی ہے۔ ہمیں ضرورت ہے کہ نئے سرے سے سیکھیں کہ ایمان کیا ہے، ایمان سے زندگی گزاریں اور ایمان میں ڈعا کریں۔

"خدا پر ایمان رکھو۔" یہ الفاظ خداوند نے اُس وقت کہہ جب آپ نے ایسے ایمان کے پارے میں گفتگو کی جو پہاڑوں کو ہلا اور سر کا سکلتا ہے۔ ایسا ایمان میں اپنے ہر شاگرد کو ہر زمانے اور ہر دور میں عطا کرتے ہیں۔ اسی ایمان کی بدولت ابتدائی مسیحیوں نے مجرمات کئے، پیاروں کو شفادی اور بدارواج کو نکالا۔ اور یہ کام گویا پہاڑوں کو سر کانے کے مترادف ہیں۔

اگر ہم ڈعا نیہ اور شفاقتی زندگی کی تمنا کرتے ہیں جس میں خوشی و شادمانی، قوت و برکت ہے تو ہمیں نئے سرے سے سیکھنا ہے کہ ایمان کیا ہے کیونکہ ایمان کا تعلق خدا کے ساتھ ہے اور اسے اُسی کے کلام پر بھروسار کر قبول کرنا ہے۔

خدائی کے جواب کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے سے پہلے ہی اُس پر یقین کرنے کا نام ایمان ہے۔ ایمان اندیکی جیروں کو دیکھنا ہے۔ ایسا شاید عجیب معلوم ہو لیکن یہ ڈعائیں بہت اہم ہے۔ اس طرح خدا کی طرف سے ڈعا کی استابت و قبولیت کو جو آسمانی برکت ہے آنکھوں سے دیکھنے سے پہلے ہی روحانی طور پر سمجھ لیا جاتا ہے۔ ایمان ایسا کرتا ہے اور وہ جان جو خدا اور اُس کے جواب کی طالب ہوتی ہے اُسے مسیح کے فرمان کے موافق یہ یقین و تسلی ملے گی کہ جو کچھ منگال گیا ہے وہ ملے گا: "ما نگو تو تمہیں دیا جائیگا۔ ڈھونڈو تو پاڈے گے۔ دروازہ کھٹکا ڈھونڈو تو تمہارے واسطے کھولا جائیگا۔"

مسیح نے فرمایا: "جو کچھ تم ڈعائیں مانگتے ہو یقین کرو کہ تم کو مل گیا اور وہ تم کو مل جائیگا۔" یہ وہ حوصلہ افزا کلمات ہیں جو دعائیں گے والے کی بہت بڑھاتے ہیں کہ آسمانی باپ ایمان کی ڈعاؤں کو سنتا اور جواب دیتا ہے۔ ایمان میں آغاز کریں، اے عزیز، چاہے وہ کمزور ہی کیوں نہ ہو۔ ڈعا سے بھر پور ایک نئی زندگی شروع کریں اور آپ خدا سے یہ تسلی پائیں گے کہ آپ کو مسیح میں فضل مل گیا ہے۔ یہ فضل قدم پر قدم آپ کی راہنمائی کرے گا کہ آپ ڈعائیں وفادار ہیں۔ روح القدس سے توقع رکھیں کہ وہ آپ کے دل میں کام کرے گا۔ خدا تعالیٰ نے خود فرمایا ہے: "اور یوں ہو گا

9- کس کے نام کا واسطہ دے کر دعا پیش کی جائے؟

جناب مسیح نے فرمایا: "اور جو کچھ تم میرے نام سے چاہو گے میں وہی کروں گا تاکہ باپ بیٹے میں جلال پائے۔ اگر میرے نام سے مجھ سے کچھ چاہو گے تو میں وہی کروں گا" (انجیل بہ طابق یوحننا 14:13-14)۔ آپ ہم سے یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کے نام کی قدرت پر پوری طرح سے بھروسا کریں جس کے حضور سارے گھنٹوں کو جھکنا چاہئے اور اُسی میں ساری دُعاؤں کا جواب ملتا ہے۔

اس قول میں ایک سچائی ہے جسے ہمیں سمجھنا چاہئے اور وہ یہ ہے کہ مسیح کے نام میں دُعا کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دُعا کے شروع میں یا آخر میں اُس کا نام پکارا جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایماندار کو مسیح کی روح میں اور اُس کی شخصیت اور خوبی کے وسیلے سے دُعا کرنی چاہئے۔

"الفاظ" اگر میرے نام سے مجھ سے کچھ چاہو گے تو میں وہی کروں گا" کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم باپ سے دُعا کریں گے تو جناب مسیح اپنے نام اور اختیار میں جواب دیں گے۔ ایماندار اپنی دُعا مسیح کے نام میں مالگتے ہیں اور وہ ہستی باپ کے نام میں کام کرتی ہے۔ درحقیقت ایک شخص جب ایمان لاتا ہے تو وہ سب سے پہلے مسیح کی اہلیت اور شفاعت کے بارے میں سوچتا ہے جو ہمارے ایمان کی بنیاد ہے۔ تاہم جب وہ مسیح کے فضل اور معرفت میں بڑھتا ہے تو وہ اُس کے ساتھ ایک گھری یا گلگت میں داخل ہو جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ وہ مسیح کے نام میں دُعا کرنا سیکھتا ہے اور یہی مسیح کی روح میں دُعا ہے۔ بالفاظ دیگر مسیح کے ساتھ یا گلگت ہمیں اُس کی فطرت میں رفاقت فراہم کرتی ہے اور پھر ہم میں اُس کی مرضی کے مطابق دُعا کی قوت پیدا ہوتی ہے۔

آپ نے فرمایا: "اگر تم مجھ میں قائم رہو اور میری باتیں تم میں قائم رہیں تو جو چاہو ماگو۔ وہ

8- دُعاء میں کون ہماری رہبری کرتا ہے؟

ہم رو میوں کے نام خط 8: 26 میں پڑھتے ہیں:

"ایسی طرح دوح بھی ہماری کمزوری میں مدد کرتا ہے کیونکہ جس طور سے ہم کو دُعا کرنا چاہئے ہم نہیں جانتے مگر روح خود ایسی آہیں بھر کر ہماری شفاعت کرتا ہے جو کا بیان نہیں ہو سکتا۔"

اور افسیوں کے نام خط 6: 18 میں ہم پڑھتے ہیں:

"اور ہر وقت اور ہر طرح سے روح میں دُعا اور منت کرتے رہو اور اسی غرض سے جاتے رہو کہ سب مقدسوں کے واسطے بلا ناخدا دُعا کیا کرو۔"

روح القدس دراصل روحِ فضل اور روحِ دعا و مناجات ہے جو ایماندار کے دل میں اُنڈیلا جاتا ہے۔ کتاب مقدس میں لکھا ہے کہ

"وہ خدا کی مرضی کے موافق مقدسوں کی شفاعت کرتا ہے" (رومیوں 8:27)۔

دُعا اپنے جوہر کے اعتبار سے ہمارے اندر روح القدس کی قوت کا اظہار ہے۔ اُس کے منتظر ہوں، اُس پر توکل رکھیں اور اُس پر ایمان لا لیں۔ روح کی راہنمائی میں بھروسے کی کمی کی وجہ سے دُعاء میوں اور ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ درست اور غالب آنے والی دُعا کا انحصار اس بات پر ہے کہ ہم کس حد تک روح القدس سے معمور ہیں۔

10- ہمارا شفیع کون ہے؟

جانب مسیح نے ہمیں سکھایا کہ ہم کیسے دعا کریں اور ان کے کلام اللہ سے ہم ان کے نام میں دعا کے معنی سمجھتے ہیں۔ اب ذرا بطور وکیل اور شفیع مسیح کی قوت پر غور کر لیں۔

آپ نے اپنے شاگردوں کو دیئے جانے والے الوداعی پیغام کا اختتام ان کے لئے شفاقتی دعا سے کیا جس سے آپنے اپنا تمام کئے کاموں پر مہربشت کی۔ آپ نے اپنوں کے لئے یہ کہتے ہوئے شفاقت کی: "میں انکے لئے درخواست کرتا ہوں... اس نام کے وسیلہ سے جو تو نے مجھے بخشا ہے انکی حفاظت کر... انہیں سچائی کے وسیلہ سے مقدس کر" (انجیل بہ طابق یوحنا 17: 9، 11، 17)۔

اس میں شک نہیں کہ یہ دعا آسمان میں آپ کی شفاقت کا نمونہ ہے۔ اسی سچائی سے متاثر ہو کر رسول نے کہا: "اسی لئے جو اس کے وسیلہ سے خدا کے پاس آتے ہیں وہ انہیں پوری پوری نجات دے سکتا ہے کیونکہ وہ انکی شفاقت کے لئے ہمیشہ زندہ ہے" (عبرانیوں 7: 25)۔ اس آیت سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ مسیح نے جیسے زمین پر کیا، ویسے ہی وہ باپ کے ساتھ مسلم رفاقت میں اور اس کے حضور بر اہ راست شفاقت سے اب بھی آسمان میں نجات کا اپنا کام کرنے میں مصروف ہیں۔ مسیح کے تمام پر فضل کاموں میں ہمیشہ آپ کی شفاقت مقدم ہے اور ہر وہ برکت جو ہم پر آسمان سے نازل ہوتی ہے الہی چھاپ کی حامل ہوتی ہے اور مسیح کی شفاقت کے وسیلہ سے ہی ملتی ہے۔

بے شک مسیح کی شفاقت کفارہ کا ثرہ اور اس کا جلال ہے۔ جب آپ نے انسانیت کے فدیہ کے لئے اپنا آپ دیا تو آپ کا ایک ہی مقصد تھا: انسانوں کی نجات میں خدا کا جلال۔ آپ کی

تمہارے لئے ہو جائے گا۔ "اسکا مطلب یہ ہے کہ ایمان رکھنے والا فرد جسکے دل میں مسیح سکونت کرتے ہیں مسیح کے نام میں ملنے والی تمام قوت کا لطف اٹھا سکتا ہے۔ یہ کوئی عجیب بات نہیں کیونکہ جناب مسیح نے ہمیں یہ دعا سکھائی ہے اور خاص طور پر اسکے نام میں دعا اسکے ساتھ یگانگت میں دعا کرنا ہے۔"

11- مقبول دعا کی شرطیں کیا ہیں؟

دعا کی مقبولیت کے لئے کچھ لازمی شرائط ہیں و گرنہ کوئی فائدہ نہیں۔ اور وہ شرائط یہ ہیں:

1- دعا دل کی گہرائی سے کرنی چاہئے۔ خدا تعالیٰ جو دلوں کو جانتا ہے اس کے سامنے مخفی الفاظ اور خارجی اظہار بے معنی ہیں۔ وہ دعا جو دل سے نہ ہو خدا کو پسند نہیں اور وہ اُسے قبول نہیں کرتا۔

2- اُس کی لامحدود عظمت و پاکیزگی، علم و قدرت کو مد نظر رکھتے ہوئے دعا حترام و عقیدت سے کی جانی چاہئے۔ چونکہ سچ مذہب میں اُس کی الٰی مرضی بنیادی عنصر ہے، یعنی ان لوگوں میں جو اُسے جانتے ہیں اُس کے پاک نام کی تعظیم کرتے ہیں اور جیسے آسمان کے فرشتے خدا کی پرستش تعظیم سے کرتے ہیں وہ بھی ویسے کرتے ہیں، اس لئے ہمارے لئے یہ جائز نہیں کہ ہم اُسے ایسے الفاظ سے پکاریں جو احترام سے خالی ہیں۔

3- دعا حلیمی سے کی جانی چاہئے اور ہر وقت یہ شعور بیدار رہے کہ ہم اپنی فاسد طبیعت کے باعث خدا کی نگاہ میں اُس کے حضور آنے کے مستحق نہیں۔ ہمیں مرد خدا حضرت ایوب کے نمونہ کو سامنے رکھنا چاہئے جنہوں نے کہا: "میں خاک اور راکھ میں توہ کرتا ہوں" (ایوب 42:6)۔ اور جیلیل القدر نبی جناب یسعیا نے کہا: "مجھ پر افسوس! میں تو بر باد ہوا! کیونکہ میرے ہونٹ ناپاک ہیں" (یسعیا 6:5)۔ ہمیں دعا ماس محسول یعنی والے کی مانند کرنی چاہئے جو ہیکل میں دعا کی غرض سے داخل ہوا اور دور کھڑے ہو کر اتنا بھی نہ چاہا کہ آسمان کی طرف آنکھ اٹھائے بلکہ چھاتی پیٹ کر کہا: "اے خدا! مجھ گنگا پر رحم کر" (لوقا 18:13)۔

4- دعا میں خدا کے حضور مکمل طور پر سرتسلیم خم ہونا چاہئے۔ جو کوئی اپنا آپ خدا کے حضور سپرد

شفاعت سے یہ مقصد پورے طور پر سمجھ میں آتا ہے کیونکہ خدا کا جلال گنہگار انسان کی نجات سے ظاہر ہوتا ہے جس کی زندگی خدا کی بزرگی و تمجید کے لئے ایک زندہ پرستش بن جاتی ہے۔

12- روزانہ کتنی دعائیں فرض ہیں؟

یہودیوں کی مذہبی کتاب تالמוד میں ایک شخص کے لئے یہ منوع قرار دیا گیا ہے کہ وہ دن میں تین سے زیادہ بار دعا کرے کیونکہ ہر گھری کی دعاوں سے خدا کو اکتا ہٹ ہوتی ہے۔ لیکن سیدنا مسیح نے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے معلم بن کر آئے یہ فرمایا:

"ہر وقت دعا کرتے رہنا اور ہمت نہ ہارنا چاہئے" (انجیل بـ طابق لوقا 18:1)۔

ظاہر ہے کہ اس سے ان کا یہ مقصد نہیں تھا کہ چوبیں گھنے گھنلوں پر رہیں بلکہ آپ کا مطلب تو یہ تھا کہ دعاء سے کبھی نہ ہٹکنا چاہئے۔

اب رہا دعاؤں اور عبادتوں کا شمار اُن کے اوقات تو اس کے لئے کتاب مقدس نے کوئی حد مقرر نہیں کی، تاہم اس میں مردان دعا کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں:

☆ دنیاں نبی صبح کے وقت، دوپہر کو اور شام کو دعا کیا کرتے تھے۔

☆ داؤ نبی نے زیور 119:164 میں فرمایا: "میں تیری صداقت کے احکام کے سب سے دن میں سات بار تیری ستائش کرتا ہوں۔"

☆ انجلیل شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا مسیح صبح سوریے اٹھتے اور کسی دیران جگہ میں جا کر تہائی میں دعا کیا کرتے تھے (مرقس 1:35)۔ یہ بھی بھی ہے کہ صبح کا وقت بہترین وقت ہوتا ہے۔ بلاشبہ دعا اور گیان دھیان کے لئے اس سے بہتر کوئی وقت نہیں۔ اس وقت میں ہماری روح سر گرم اور چوکتی ہوتی ہے۔ یہ ہمیشہ ہی مسخن عمل ہے کہ ہم اپنے وقت کا پہلا پھل خداوند کے حضور نظر کریں۔

ایک متفق آدمی نے کہا:

کرتا ہے چاہے اُس کی درخواست کچھ ہی کیوں نہ ہو اسے یہ کہنا چاہئے کہ "میری مرضی نہیں بلکہ تیری ہی مرضی پوری ہو۔" اگر ایک بچہ کو یہ لیکن ہوتا ہے کہ اُسے اپنے تمام معاملات اپنے زمینی باپ کے ہاتھوں میں دے دینے چاہئیں تو تباہیا ہے میں اپنی مرضی اپنے آسمانی باپ کی سپردگی میں دے دینے کی ضرورت ہے کہ صرف وہی جانتا ہے کہ ہمارے لئے کیا بہتر ہے؟

5- دعا کو ایمان کے ساتھ ہونا چاہئے کیونکہ صرف ایمان کے ساتھ مانگی گئی دعا خدا کے حضور موثر ہے۔ شکی آدمی کو خدا تعالیٰ کے حضور سے کچھ نہیں ملتا۔ دعا کرنے والا یہ لیکن رکھے کہ:

الف۔ خدا موجود ہے۔

ب۔ خدا دعاؤں کو سننے اور ان کا جواب دینے کی قدرت رکھتا ہے۔

ج۔ خدا دعا کا جواب دینا پسند کرتا ہے۔

د۔ اگر ہماری دعا خدا کی مطالب اور ہماری بھلائی کے لئے ہو تو خدا ضرور جواب دے گا۔

6- دعا میں اپنی بڑائی یا لائق سے پیدا ہونے والی کوئی نفسانی خواہش نہ ہو بلکہ خدا تعالیٰ کا جلال مطلوب ہونا چاہئے۔

7- دعا مسیح کے نام میں مانگی چاہئے جس کے بارے میں کتاب مقدس کا اعلان یہ ہے کہ وہ انسان کا واحد درمیانی اور شفیع ہے۔

8- دعا کو خدا کے مقاصد کے شایانِ شان ہونا چاہئے۔

کتاب "ہم دعا کیسے کریں؟" کے سوالات حل کیجئے۔

عزیز قاری، اب جبکہ آپ نے اس کتاب کا درسیان سے مطالعہ کیا ہے تو ہم آپ کو دعوت دیتے ہیں کہ آپ ذیل میں دیئے گئے سوالات کے جوابات دے کر اپنے علم کا جائزہ لیں۔

- کیا دعا نامان میں طبعی رجمان ہے یا ایک اکتسابی چیز؟
- دعا کیا ہے؟
- دعا میں خدا تعالیٰ کے حضور ہمارا اندر ورنی رو یہ کیسا ہونا چاہئے؟
- ہمیں کتنی مرتبہ دعا کرنی چاہئے؟
- ہمیں کس جگہ دعا کرنی چاہئے؟
- مقبول دعا کی کیا شرائط ہیں؟
- موثر دعا کا کیا راز ہے؟
- دعا کا جواب نہ ملنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟
- مسح کے نام میں مسح کی خدمت کیا ہے؟
- آسمان میں مسح کی خدمت کیا ہے؟
- ایک ایماندار کو دعا کرتے وقت کیا یقین رکھنا چاہئے؟
- ہم اپنی دعاؤں میں مستقی پر کیسے غالب آسکتے ہیں؟

"صحیح دن کا دروازہ ہے اور یہ اچھا عمل ہے کہ اس دروازہ کی حفاظت دعا سے کی جائے۔" ایک اور شخص کا یہ کہنا ہے کہ "صحیح کا وقت ان دھاگوں میں سے ایک دھاگہ ہے جس سے ہمارے روزانہ کے کام بند ہتے ہیں، اس لئے یہ اچھا ہے کہ اسے دعا سے اچھی طرح باندھیں۔" انجلیل شریف نے جس مذہب کی تعلیم دی ہے اس میں دعا معین اوقات تک محدود نہیں ہے، بلکہ اسے دل کی امنگ اور خواہش پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ وہ جس کا دل خدا تعالیٰ سے لگ چکا ہے وہ اس سے دعا مانگتا ہے اور ایسا کرنے سے تھکتا نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی دعا باظہ ہر حمد و شکر کی الفاظ کی حامل نہ ہو لیکن پھر بھی یہ ایک ایسی سرگرمی ہو سکتی ہے کہ جس سے خدا کو جلال ملے۔ سیدنا مسیح کے کلام سے جو بات سمجھ آتی ہے وہ یہ ہے کہ دعا ایک وضع و صورت کی نسبت حالت و کیفیت کا نام ہے۔ یہ الفاظ سے زیادہ ایک روحانی چیز ہے۔ یہ ایک مذہبی فریضہ کی نسبت خدا تعالیٰ کے ساتھ محبت میں رفاقت رکھنا ہے۔

یہ سچ ہے کہ جناب مسح نے اپنے شاگردوں کو دعا کا ایک جنتا جاگانا نمونہ دیا لیکن اسے کسی سانچے میں ڈھال کر پیش نہیں کیا کہ وہ وہاں جم کر پڑھ راجائے۔ آپ کی غرض اس نمونہ سے یہ تھی کہ یہ دعا کے لئے ایک نکتہ آغاز ہو جس سے دعا نمودارے۔ جب آپ نے انہیں یہ نمونہ پیش کیا تو فرمایا "پس تم اس طرح دعا کیا کرو" جس کا مطلب ہے روح میں دعا کیا کرو۔